ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

طاقتِ ایمانی

ایوب احمد
صبرؔ

سنو اک واقعہ اس وقت کرتا ہوں بیاں　رنگ اسلام کی تعلیم کا ہے جس سے عیاں
کیسی تعلیم تھی سچی کہ اثر جاتی تھی　قلبِ مومن تھا جو قالب تو یہ تھی روحِ رواں
مومنہ اُمِّ حبیبہؓ تھیں کنیزِ حضرت　روحِ اسلام کا ظاہر تھا اُن میں نشاں
فیضِ صحبت نے بنایا تھا یہ صادق اُن کو　مثلِ کندن کے دمکتا تھا طلائے ایماں
اپنے بیگانے کی تھی دل سے محبت کافور　غالب ہر چیز پہ دنیا کے تھا حُبِّ ایماں
تھا انہیں خدمتِ سرورؐ کی کنیزی کا فخر　ساری دنیا کو بھلا رکھا تھا جس نے ہر آں
باپ سے اُن کو چھٹے اپنے ہوئی تھی مدت　کیونکہ وہ مشرک و کافر تھے یہ تھیں باایماں
آ گئے بہرِ ملاقات وہ اِک دن ناگاہ　بیٹھے پھر ایک چٹائی پہ وہ باصد ارماں
بوریا بیٹی نے لیکن وہ ہٹایا فوراً　ہو گئے چیں بہ جبیں دیکھتے ہی یہ بوسفیاں
بولے کیا میں نہیں اس چیز کے بھی قابل　ہائے بے دید مروت کا نہیں تجھ میں نشاں
بولیں یہ اُمِّ حبیبہؓ کہ سنو او کافرِ دیں　تو ہے ناپاک یہ ہے مسندِ شاہِ ذی شاں
نورِ ایماں سے تو کر دل کو منور اپنے　کفش برداری حضرت نہیں ایسی آساں

کب زباں اُن کی صداقت سے بھلا رکتی تھی
فیضِ اسلام سے تھا ظاہر و باطن یکساں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۷ — ۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۲ر جنوری ۱۹۶۲ء — شمارہ ۳۷

محکمہ تعلیم و جیل خانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

طاقتِ ایمانی	محمد ایوب صابر
اداریہ	مدیر
احادیث رسولؐ	ماخوذ
خطبہ جمعہ	حضرت شیخ التفسیر مدظلہ
مجلس ذکر	" "
نزول مصائب سے اصلاح بندگان مقصود ہے	مولانا محمد شفیع عمر الدین سانگھڑ
احکام سفر	مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ کراچی
تعارف انبیاء	مولانا خالد کمال مبارک پوری
اللہ کا خوف و ڈر	افتخار الدین منہاس کھیوڑہ
بچوں کا صفحہ	محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ:- گیارہ روپے ششماہی:- چھ روپے
سہ ماہی:- تین روپے فی پرچہ:- چار آنے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے

اداریہ

اپنا ایمان بچاؤ

اس دنیا میں ہزاروں قیمتی چیزیں اور لاکھوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالٰے نے حضرت انسان کو مرحمت فرمائی ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالٰے کی کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کی نعمتوں کا احصاء ہو سکتا ہے۔ مگر ان نعمتوں میں باہم فرق مراتب ضرور ہے۔ مال و دولت کی خاطر آدمی بر و بحر کے سفروں کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ ملازمت اور تجارت کرتا ہے۔ اور ساری عمر اسی میں کھو دیتا ہے مگر جب عزت و آبرو کا سوال آتا ہے تو اس پر ساری کمائی اور ساری پونجی قربان کر دیتا ہے گویا مال و دولت قیمتی بھی لیکن عزت و ناموس کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے آبرو باختہ فاحشہ عورتیں کتنی ذلیل سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی کمائی سے مسجد نہیں بنائی جاتی۔ ان سے کوئی چندہ نہیں مانگتا۔ کوئی باعزت اور شریف آدمی ان کے پاس نہیں پھٹکتا۔ بلکہ ان سے ملنے جلنے والے آدمی بھی سب کی نظروں میں ذلیل، اوباش اور بدمعاش سمجھے جاتے ہیں۔ بہرحال عزت اور آبرو کے مقابلہ میں دولت و ثروت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ مگر جب ایمان کا سوال آتا ہے تو مال و دولت، اہل و عیال اور عزت و آبرو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان سب کو ایمان کی خاطر قربانی کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ قربانی کو بڑی عزت بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت سمجھا جاتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ جو دولت ہمیشہ ساتھ نہ دے وہ کیا دولت ہے جو عزت چار دن کے بعد انتہائی رسوائی کا سبب بن جائے وہ عزت نہیں دھوکا ہے۔ فانی راحت و آرام ارباب عقول کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ نعمت وہی نعمت ہے جو ہمیشہ باقی رہے یا باقی رہنے والی لازوال نعمتوں کا سبب بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حقیقت کو یقین کی آنکھ (رای العین) سے دیکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم اور ان کے اتباع ہمیشہ میدانِ جہاد میں مرنے کا شوق رکھتے رہے۔

ایک آدمی جس کو یقین ہو کہ ۴ دن کے بعد اُسے پھانسی ملنی ہے وہ پلاؤ قورمے کھانے اور لباس فاخرہ پہننے میں کیا لذت محسوس کرے گا۔ اور جس شخص کو بیس میل پیدل برہنہ پا سفر کرنے کے بعد ایک کوٹھی ایک موٹر اور ایک کروڑ روپے کی جائداد ملنے کا یقین ہو وہ اس کو سفر میں نہ کوئی کوفت ہوتی ہے نہ پریشانی وہ راہ کی ساری صعوبت کو رحمت ہی رحمت تصور کرے گا۔ بہرحال دولتِ ایمان بڑی نعمت ہے۔ جس کے لئے ہر بڑی نعمت اور ہر بڑی اور پیاری چیز کو قربان کیا جا سکتا ہے۔

مگر کس قدر افسوس و حرماں نصیبی ہے کہ آج کل کی مسموم اور فرنگی زدہ فضا میں الحاد و بے باکی کی وبا اتنی پھیل چکی ہے کہ اس سب سے بڑی اور قیمتی متاع ایمان کو مفت برباد کیا جا رہا ہے۔ اور تولے بغیر ایسے بول بولے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

باقی ص۱۶ پر

احادیث رسول

سبحان اللہ کی فضیلت

عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مُنَادِیٍ سَبِّحُوا الْمَلِکَ الْقُدُّوْسَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزانہ صبح کے وقت ایک منادی یعنی فرشتہ پکار کر یہ کہتا ہے۔ کہ پاکی بیان کرو پاک بادشاہ کی۔

بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ اور بہترین دعا الحمد للہ

خدا کی حمد خدا کا شکر ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ رَاْسُ الشُّکْرِ مَا شَکَرَ اللّٰہَ عَبْدٌ لَا یَحْمَدُہٗ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی تعریف بنیاد ہے شکر کی اور جس بندے نے خدا کی تعریف نہیں کی اس نے شکر ادا نہیں کیا

الحمد کی فضیلت

عَنْ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلَی الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الَّذِیْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ رَوَاھُمَا الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن جن لوگوں کو سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا۔ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے خوشی راحت اور تکلیف و غم دونوں حالتوں میں خدا کی تعریف کی ہے۔ یعنی ہر موقع پر الحمد للہ کہا ہے۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا رَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ وَاَدْعُوْکَ بِہٖ فَقَالَ یَا مُوْسٰی قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ یَا رَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَھُنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃٍ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کِفَّۃٍ مَالَتْ بِھِنَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرض کیا اے میرے پروردگار تو مجھ کو ایسی چیز بتا دے۔ کہ میں اس کے ذریعہ تجھ کو یاد کیا کروں اور اس کے ذریعہ تجھ سے دعا مانگا کروں۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تو یہ کہا کر لا الہ الا اللہ موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار تیرا ہر بندہ یہی کہتا ہے میں تو کوئی خاص چیز کہتا ہوں جو میرے لئے مخصوص ہو خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کی ساری آبادی سوائے میرے اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھی جائیں۔ اور ایک پلڑہ میں لا الہ الا اللہ کو رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ کا پلڑہ ان تمام چیزوں سے بھاری رہے گا۔ اور جھک جائے گا۔

تسبیح و تحمید کے فضائل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلَاءَ التَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَؤُہٗ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ عَلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ کہنا بھرتا ہے ترازو کے آدھے پلڑے کو (یعنی نامہ اعمال کی ترازو کے پلڑے کو) اور الحمد للہ کہنا بھرتا ہے ساری ترازو کو اور لا الہ الا اللہ کہنا اس کے لئے خدا تک پہنچنے میں کوئی پردہ حائل نہیں ہے وہ سیدھا خدا تک پہنچتا ہے (ترمذی)

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۷ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۵ر جنوری ۱۹۶۲ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

تذکیر بایام اللہ تعالیٰ کا بقیہ مضمون

نمبر۲

قوم عاد کا واقعہ

ہود علیہ السلام کا قوم کو دعوت دینا

قولہ تعالیٰ (وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ۔ اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا فرمایا۔ اے میری قوم اللہ (تعالیٰ) کی بندگی کرو۔ اس کے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔ سو کیا تم ڈرتے نہیں۔ اس کی قوم کے کافر سردار بولے۔ ہم تو تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں۔ اور ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب دینا

فرمایا۔ اے میری قوم میں بیوقوف نہیں ہوں۔ لیکن میں پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔

کس کام کے لئے

قولہ تعالیٰ (اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ وَاذْکُرُوْا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَۃً فَاذْکُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ۔ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔ کیا تمہیں تعجب ہوا۔ کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی۔ تاکہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب کہ تمہیں نوحؑ کے بعد جانشین بنایا۔ اور ڈیل ڈول میں تمہیں پھیلاؤ زیادہ دیا۔ سو اللہ (تعالیٰ) کی نعمتوں کو یاد کرو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔

قوم کا ہود علیہ السلام کو جواب

قولہ تعالیٰ (قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ج فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ۔ انہوں نے کہا۔ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ (تعالیٰ) کی بندگی کریں۔ اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے رہے انہیں چھوڑ دیں۔ پس جس چیز سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ وہ لے آ۔ اگر تو سچا ہے

حضرت ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب

قولہ تعالیٰ (قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ۔ فرمایا۔ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غصہ واقع ہو چکا مجھ سے ان ناموں پر کیوں جھگڑتے ہو۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کئے ہیں۔ اللہ (تعالیٰ) نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ سو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

پھر نتیجہ بالآخر یہ نکلا

قولہ تعالیٰ (فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ۔ پھر ہم نے اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان کی جڑ کاٹ دی۔ اور وہ مؤمن نہیں تھے۔

نمبر۳

قوم ثمود کا واقعہ

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو دعوت

قولہ تعالیٰ (وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝) (سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ۔ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری

قوم اللہ (تعالیٰ) کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہیں تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے یہ اللہ (تعالےٰ) کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔ سو اسے چھوڑ دو۔ کہ اللہ (تعالےٰ) کی زمین میں کھائے۔ اور اسے بُری طرح سے ہاتھ نہ لگاؤ۔ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑے گا۔

قولہ تعالیٰ (قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ۔ اس قوم کے متکبر سرداروں نے غریبوں سے کہا۔ جو ایمان لا چکے تھے۔ کیا تمہیں یقین ہے۔ کہ صالحؑ کو اس کے رب نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ جو وہ لے کر آیا ہے۔ ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبر لوگوں نے صالح علیہ السلام کے پیغام الٰہی کو ماننے سے انکار کیا

قولہ تعالیٰ (قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ۔ متکبروں نے کہا۔ جس پر تمہیں یقین ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے۔

ان متکبروں نے پیغمبروں کیخلاف یہ حرکت کی

قولہ تعالیٰ (فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ۔ پھر اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔ اور کہا اے صالح ہم پر جس سے ہمیں ڈراتا تھا۔ اگر تو رسول ہے

پھر ان پر عذاب الٰہی آیا

قولہ تعالیٰ (فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ۔ پھر انہیں زلزلہ نے آپکڑا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

اس قوم کے تباہ ہونیکے بعد پیغمبر وقت نے ان کی تباہی کا باعث ان کی بداعمالی کو ٹھرایا

قولہ تعالیٰ (فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝)

(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ۔ پھر صالح (علیہ السلام) ان سے موہنہ موڑ کر چلے۔ اور فرمایا۔ اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی کی۔ لیکن تم خیر خواہی کو پسند نہیں کرتے تھے۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۶ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۲ء

۲۶ر رجب جمعرات کی شام کو حضرت اقدس علالت اور نقاہت کی وجہ سے مجلس ذکر میں تشریف نہ لا سکے حسب ارشاد مجلس ذکر انعقاد پذیر ہوئی چنانچہ ذکر جہر کے بعد حضرت اقدس کی ایک سابقہ تقریر احقر نے حاضرین کو پڑھ کر سنائی جو بعینہ شریک اشاعت کی جارہی ہے۔

(احقر عبید اللہ انور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْدُ

کامل کی صحبت کا اثر

ہم اس حلقہ ذکر میں اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اصل میں یہ حلقہ ان احباب کے لئے ہے۔ جنہوں نے قادری خاندان میں میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور دوست بھی آتے ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد جس کا دل چاہے شامل ہو۔ ہم کسی کو روکتے نہیں ہیں وقتاً فوقتاً خاص احباب کے لئے عرض کرتا رہتا ہوں۔ تاکہ اس سے اُن کو کچھ فائدہ ہو۔ اور وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ بیعت لینے والا بھی ذمہ دار ہے۔ کہ وہ اپنے متعلقین کو ایسا راستہ سمجھائے کہ وہ جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں۔ بیعت کنندہ عہد کرتا ہے کہ شیخ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم بتلائیگا اس پر عمل کروں گا۔

امراض روحانی کا علاج صحبت شیخ کے سوا کچھ نہیں۔ کتابیں پڑھنے سے یہ دور نہیں ہوتے دینی مدارس میں کتابوں پر عبور ہو جاتا ہے۔ مگر تکمیل نہیں ہوتی اس لئے علماء کی بھی کما حقہ اصلاح نہیں ہوتی۔ بعض امراض روحانی جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر سے ورے ختم ہو جاتی ہیں۔ روحانی

بیماریاں ساتھ جاتی ہیں۔ زمینداروں تاجروں اور سرکاری ملازمین کو تو جانے دیجئے۔ اہل علم بھی ان سے نجات نہیں پا سکتے۔ جب تک کہ خاص اہتمام نہ کریں۔ مدارس عربیہ میں طلبہ کو علم دانستن کے درجہ پر حاصل ہوتا ہے۔ داشتن کے درجہ پر نہیں۔ یعنی دین سمجھ کر آتے ہیں۔ لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر دین کا عملی رنگ چڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس لئے علماء کے اندر بھی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس کے سوا باقی تمام کمالات نبویؐ کے حاملین اب تک رہے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ انہیں کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہیں۔ موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب۔ عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ ان کے بغیر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رہنے والے بھی محروم رہے۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ پاس ادب تھا۔ نہ عقیدت تھی۔ اور نہ اطاعت کرتے تھے۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی تھے مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے ایک شخص مرا۔ تو آپ نے نماز جنازہ خود پڑھائی۔ اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

(سورۃ التوبہ رکوع ۱۰)

منافقین مسجد نبویؐ میں تین نمازیں باجماعت پڑھتے تھے۔ مگر ان کی نمازوں کے متعلق ارشاد باری ملاحظہ ہو۔ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (سورۃ النساء رکوع ۲۱)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ منافقین کا پتہ لگانا ہو۔ تو فجر اور عشاء میں دیکھ لیا کریں۔ ان دونوں نمازوں میں وہ غیر حاضر ہوں گے۔ مسجد نبوی کے ایک حصّہ کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا بَيْنَ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ منافق وہاں بھی پڑھتے رہے ہوں گے۔ لیکن چونکہ ادب عقیدت اور اطاعت نہ تھی۔ اس لئے جہنم کا ایندھن بنے۔

میرے دو مربی ہیں۔ مخدومنا حضرت خلیفہ غلام محمد صاحبؒ دین پوری اور مخدومنا حضرت مولانا سید تاج محمود صاحبؒ امروٹی حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد ۱۴ سال تک زندہ رہے۔ مگر میں نے کبھی ان کو تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ شیخ کامل اور طالب صادق کا دل را بدل رہے است والا معاملہ ہوتا ہے۔ ان کے جوتوں کی خاک سے بہت کچھ ملا۔ اس لئے میرے دل میں ان کی بے حد قدر ہے۔ میرا فرض ہے۔ آپ کو توجہ دلانا اور آپ کا فرض ہے۔ عمل کرنا۔ روحانی بیماریوں کا علاج قرآن میں ہے۔ لیکن اس کے لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اگر ان سے شفا ہو گئی۔ تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ ورنہ جہنم کا گڑھا ہوگی ان بیماریوں میں سے ایک کبر ہے کبر کے متعلق حضور کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں ذرا سا تکبر ہوگا۔ وہ بہشت میں نہ جائیگا صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ حق کا انکار اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا یہ کبر ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں کبر نکل جاتا ہے۔ وہ ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ایک یہ دعا بھی ہے۔ کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ عَيْنِيْ صَغِيْرًا وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر انانیت نہ تھی۔ آپ کی صحبت میں صحابہؓ کے اندر نہ رہی۔ حضرت عمرؓ کا درجہ ملاحظہ ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر نبی ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ لیکن چونکہ ہستی فنا ہو چکی ہے۔ اس لئے حضرت حذیفہ سے پوچھتے ہیں۔ کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں؟ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہر کافر فرہنگ ملحد اور زندیق کو انسان اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھے۔ یہ ان کا حال ہے۔ ان کی ہستی فناہ تھی۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کی صحبت میں ہستی فناہ ہوتی ہے۔ ؏

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کردے

ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ انا بھی ہو۔ اور اللہ بھی ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ انا مرتی ہے۔ تو رنگ چڑھتا ہے

آنچہ از دل مے خیزد بردل مے ریزد

ایک دفعہ نواب بہاولپور نے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ تو کئی مقامات سے دعوت نامے آئے۔ میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کی طرف سے دعوت نامہ تو نہ آیا۔ مگر وزیر صاحب خود ان کے ہاں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ وزیر صاحب فقیر خود بہاولپور چلے گا۔ اونٹ پر اپنی دیگ لاد کرے جائے گا۔ جو رزق اللہ دیگا اس میں سے سب کھائیں گے۔ نواب صاحب کی دعوت نہ کھائیں گے پھر فقیر نواب سے جو کہے گا۔ وہ کانوں سے گزر کر نواب صاحب کے دل پر پڑے گا۔ نواب صاحب کی آنکھیں کھلیں گی۔ پھر وہ آپ سے ریاست کا حساب لیں گے۔ اور آپ ان کو زہر دے کر ماریں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہو تو بندہ حاضر ہے۔ وزیر صاحب نے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ ایسا پیر ہمیں نہیں چاہئے۔ میں نے صرف ایک روحانی بیماری کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ روحانی بیشمار ہیں ؏

نفس مایاں کمتر از فرعون نیست
لیک اورا عون مارا عون نیست

بعض دفعہ گدڑی میں لال ہوتے ہیں

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اس قسم کے لوگوں کی دلآزاری کرنے سے بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ روحانی بیماریاں صحبت کے بغیر نہیں نکلتیں۔

حضرت امروٹیؒ کی نظیر نہ تب تھی نہ اب ہے۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس آپ کے ہاں آیا۔ اور عرض کی کہ حضرت کپتان پولیس نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ آپ اپنی سواری کا گھوڑا قیمتاً مجھے دے دیں۔ فرمانے لگے۔ کہ نہیں خدا کی قسم ہے۔ جس طرح ان کا پیغام مجھ کو دیا ہے اسی طرح میرا پیغام بھی ان کو پہنچا دینا میں نے گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہیں۔ اور جہاد انگریزوں سے کروں گا۔ تم تو گھوڑا مانگتے ہو میں تو تم کو اپنا اور گھوڑوں کا پیشاب آنکھ میں ڈالنے کے لئے نہیں دے سکتا۔ اس کے باوجود جب کبھی خاص بات فرمانی ہوتی۔ تو فرماتے۔ ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا۔ یہ ہے۔ اللہ کے پاک نام کی برکت سے پیدا شدہ جرأت جو فقط کتابوں کے پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی باطنی برکت جو کاملین کی صحبت کے سوا حاصل نہیں ہوتی

اللھم وفقنا لما تحب وترضی

ضلع بلتستان میں مدرسہ اسلامیہ حنفیہ کا قیام

توحید کے پروانوں کے لئے ایک انتہائی مسرت انگیز خوشخبری دی جاتی ہے۔ کہ ضلع بلتستان جیسے پسماندہ اور کفر و شرک اور بدعت زدہ علاقہ میں ڈغنی کے مقام پر ایک مدرسہ جو کہ دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس میں تمام علوم دینیہ مثلاً تفسیر و حدیث، فقہ اور باقی علوم عربیہ کی تعلیم دی جا رہی ہیں۔ اور پچاس طلباء زیر تعلیم ہیں۔ تمام طلباء کرام کے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کیا گیا ہے۔ اب تقریباً پانچ چھ مہینے سے یہ مدرسہ چل رہا ہے۔

مولوی غلام قادر مہتمم دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ ڈاک خانہ تحصیل اسکردو ضلع بلتستان

محمد شفیع عمرالدین (سانگھڑ)

نزول مصائب سے اصلاح بندگان مقصود ہے

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیدنا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس جہان میں جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ ان سب کی بعثت کا مقصد اللہ کے بندوں کی تربیت اصلاح تھا۔ کہ وہ

ایمان

لاکر اعمال صالح بجا لائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت حاصل کریں۔ اور کفر اور نافرمانی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور دوزخ کے رسوا کن عذاب سے بچ جائیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

(الانعام ایت ۴۷-۴۸ ع ۵)

ترجمہ۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجا کرتے ہیں۔ کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں۔ پھر جو شخص ایمان لے آوے۔ اور اپنی اصلاح کرے سو ان پر کوئی ڈر نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ انہیں عذاب پہنچے گا۔ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

حاشیہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب عثمانی

"یعنی تم جو عذاب الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر بے ہودہ فرمائشیں اور دور از کار سوالات کرکے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دق کرتے اور ان کی تصدیق کے لئے خود ساختہ معیار تراشتے ہو

خوب سمجھ لو

کہ پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے۔ کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہا کریں۔ ان کی۔

بعثت کی غرض

صرف "تبشیر و انذار" اور "تبلیغ و ارشاد" ہے۔ وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں۔ کہ فرمانبرداروں کو بشارات سنائیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام پر متنبہ کر دیں۔ آگے ہر شخص کی کمائی اس کے ساتھ ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر یقین کیا اور

اعتقاداً و عملاً

اپنی حالت درست کرلی۔ حقیقی امن چین اس کو نصیب ہوا۔

اور

جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم کے نیچے آگیا۔ "العیاذ باللہ"

سابقہ اقوام کی مصائب میں گرفت

اب سابقہ اقوام کے حالات

پر غور کرو جب انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی قدردانی نہ کی۔ اور نافرمانی اور بغاوت پر کمر باندھ لی تو ان کو متنبہ کرنے کی غرض سے مصائب کا نزول ہوا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ٥

(سورۃ الانعام آیت ۴۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کے ہاں رسول بھیجے تھے۔ پھر ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ عاجزی کریں۔

یعنی ان پر سختی اور مصائب بھیجنے کا مقصد تو یہ تھا۔ کہ وہ اپنی اصلاح کرلیں اور نافرمانی اور بغاوت سے باز آکر رجوع الی اللہ کریں۔ مگر قساوت قلبی اور شیطانی بہکاوے نے انہیں مقصد سے دور رکھا

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (الانعام ایت ۴۳)

ترجمہ۔ پھر کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو عاجزی کرتے۔ لیکن ان کے دل سخت ہوگئے۔ شیطان نے انہیں وہ کام آراستہ کر دکھائے جو وہ کرتے تھے۔

"جب گرفت الہی پر بھی انہیں بارگاہ الہی کی طرف توجہ نہ ہوئی تو پھر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ اور ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان مہیا کر دیئے گئے تا کہ مایوس العلاج مریض چند روزہ زندگی میں آرام پالیں۔ اور پھر انہیں ناگہانی عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

(حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ)

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ٥

(الانعام ایت ۴۴)

ترجمہ۔ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے، جو اُن کو دی گئی تھی۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں میں خوش ہوگئے۔ جو انہیں دی گئی تھیں۔ ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ وہ اس وقت نا امید ہوگئے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"یعنی گنہگار کو اللہ تعالی تھوڑا سا پکڑتا ہے۔ اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا۔ اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی پھر بھلاوا دیا اور خوبی کے دروازے کھولے جب خوب گناہ میں غرق ہوا تو بے خبر پکڑا گیا۔

یہ ارشاد ہے۔ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں"

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ٥ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ٥

(الاعراف ایت ۹۴-۹۵)

ترجمہ۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ عاجزی کریں۔ پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی بدل دی۔ یہاں تک کہ وہ زیادہ ہوگئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی کا وقت آیا تھا۔ پھر ہم نے انہیں اچانک پکڑا اور ان کو خبر نہ ہوئی۔

حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ

"پیغمبروں کی بعثت کے وقت جب عموماً لوگ تکذیب و مقابلہ سے پیش آتے ہیں۔ تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں۔

تاکہ

مکذبین تازیانے کھا کر شرارتوں سے باز آجائیں اور بارگاہ الہی میں کی طرف جھکیں

جب

ان تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتے تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی اور عیش و خوشحالی وغیرہ بھیجی جاتی ہے۔ تاکہ

یا

احسانات سے متاثر ہوکر کچھ شرمائیں اور حق تعالے کی طرف متوجہ ہوں

یا

عیش و ثروت کے نشہ میں چور ہوکر بالکل ہی غافل و بدمست بن جائیں۔

گویا

جہاں تک صحت، اولاد اور دولت و حکومت بڑھتی جائے اُسی کے ساتھ اُن کی نخوت و غفلت کی بھی ترقی ہو۔ حتی کہ پچھلی سختیوں کو یہ کہہ کر فراموش کردیں۔ کہ تکلیف و راحت کا سلسلہ تو پہلے ہی چلا آتا ہے ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں ورنہ اب خوشحالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانے کے اتفاقات ہیں۔ جو ہمارے اسلاف کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ اس حد پہ پہنچ کر ناگہاں خدا کا عذاب آدباتا ہے۔ جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب نے کیا ہی خوب لکھا ہے۔ کہ

"بندہ کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے۔ تو امید ہے۔ کہ توبہ کرے۔ اور جب گناہ راست آگیا تو یہ اللہ کا بھلاوہ ہے۔ پھر ڈر ہے ہلاکت کا۔ جیسے کسی نے زہر کھایا۔ اُگل دے۔ تو امید ہے۔ اگر بچ گیا تو کام آخر ہوا"

فرعونیوں کی گرفت

مثال کے طور آل فرعون کے واقعہ پر غور کرو۔ ان کی گوشمالی کے لئے مختلف طرح کے عذاب آئے۔ قحط آئے۔ میوے کم ہوئے ٹڈیوں، جوؤں، مینڈکوں اور خون کا عذاب یکے بعد دیگرے ان پر مسلط کیا گیا۔

مگر

وہ ان تنبیہات سے متاثر نہ ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر چل کر اپنی اصلاح نہ کی۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں نہ جھکے۔ عاجزی اور زاری کو اپنا شعار نہ بنایا۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ برباد ہوگئے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا) اور اس بدلے کی صورت یہ تھی۔

فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ (پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈبو دیا۔

کیونکہ وہ اس سزا کے مستحق تھے۔

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف آیت ۱۳۶)

ترجمہ۔ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل تھے)

لہذا ہمیں چاہئے کہ فرعونیوں کی طرح حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے تباہ نہ ہوں اللہ تعالےٰ ہماری رہنمائی کیلئے فرمایا

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ (المزمل آیت ۱۵)

ترجمہ۔ ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا ایک رسول بھیجا ہے۔ کہ جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ فرعون نافرمانی کی پاداش میں سخت پکڑا گیا۔ اور قوم سمیت برباد ہوا۔

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ (المزمل ایت ۱۶)

ترجمہ۔ پھر فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی پھر ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا

پس حضرت سیدنا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف بھی اسی طرح برباد ہوگا۔ بدر کا میدان اب تک اس بات پر گواہ ہے۔ کہ آپ کے مخالف کس طرح تباہ و برباد ہوگئے۔ کچھ سوچو!

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ (المزمل ایت ۱۷)

ترجمہ۔ پس کس طرح بچو گے اگر تم نے انکار کیا؟

بچاؤ صورت

لہذا اس وقت بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ کہ ہم مخالفت دین سے باز آجائیں۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی چار روزہ زندگی کا دستور العمل بنائیں

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

ترجمہ۔ بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ بنالے۔

"یہ قرآن فرائض و حقوق انسانی کے لئے نصیحت ہے۔ جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف اس کے ذریعے سے راہ پائے" (حضرت شیخ التفسیر مدظلہ)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (الاعراف آیت ۱۷۴)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (القمر آیت ۳۲)

ترجمہ۔ اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ پھر ہے کوئی سمجھنے والا؟

احکام

مولانا مفتی محمد شفیع

مسافر شرعی کی تعریف

سفر شرعی جس کے لئے احکام مخصوص ہیں تین شرطوں پر موقوف ہے۔ اول یہ کہ سفر کم از کم اتنی دور کا ہو جس کو پیادہ چلنے والے بسہولت تین دن میں قطع کر سکیں خواہ ریل وغیرہ کے ذریعہ ایک دو گھنٹہ ہی میں قطع ہو سکتا ہو جس کی مقدار آج کل تقریباً اڑتالیس میل ہے مگر پہاڑ اور دریا میں یہ تعداد معتبر نہ ہو گی بلکہ تجربہ سے جو مقدار تین روز کی مسافت ثابت ہو وہی ٹھیک سمجھی جائیگی۔

فائدہ:۔ میلوں کی تعداد اکثر ریلوے ٹکٹ پر لکھی ہوئی ہوتی ہے اس سے معلوم کر لیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ابتداء سفر ہی سے اتنی دور جانے کا قصد ہو۔ اور اگر ابتداً دس بیس میل کے سفر کا قصد کر کے گھر سے نکلا۔ اور وہاں پہنچ کر پھر آگے جانے کی ضرورت پیش آگئی اور یہاں سے تیس میل اور آگے چلا گیا اور وہاں پہنچ کر پھر آگے جانے کی ضرورت ہوئی تو یہ شخص اس وقت تک شرعی مسافر نہ کہلائے گا جب تک کہ ایک دفعہ اڑتالیس میل کا قصد نہ کرے خواہ ساری عمر پھرتا رہے۔ اور ساری دنیا میں پھر آئے۔ (شامی)

تیسری شرط یہ ہے کہ سفر کا قصد کر کے اپنی جائے اقامت کی آبادی سے باہر نکل جائے۔ محض قصد کر لینے سے مسافر نہ ہو گا۔ اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی اس پر مسافر کے احکام جاری

سفر

صاحب مدظلہ

ہو جائیں گے اگرچہ بستی کے باغات یا ریلوے اسٹیشن کی حدود میں ہو جبکہ اسٹیشن آبادی سے باہر ہو ورنہ اگر اسٹیشن آبادی کے اندر یا اُس سے ملا ہُوا ہے تو اسٹیشن پر وہ مسافر شرعی نہیں ہوگا۔

سفر شرعی کے مخصوص احکام

جو شخص تین منزل یا زائد کے سفر کا قصد کرکے اپنی بستی سے نکل گیا وہ شرعاً مسافر ہے اُس پر واجب ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نماز میں بجائے چار چار رکعتوں کے صرف دو دو رکعتیں پڑھے اور اگر قصداً چار رکعتیں پڑھے گا تو اگر درمیانی قعدہ میں بیٹھا ہے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا ہے تو نماز ادا ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا اور اگر پہلے قعدہ میں نہیں بیٹھا تو نماز ہی نہ ہو گی۔

(شامی۔ بدائع)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عامہ صحابہؓ کی یہی عادت تھی کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو قصر کر کے دو پڑھتے تھے۔ (کما رواہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (بدائع صـ۹۲ ج ۱) و روی ابن جریر عن عباسؓ مثلہ و صححہ کذا فی الکنز صـ۲۴۵ ج ۳)

مسئلہ:۔ اگر ایک شخص کسی نماز کے ابتدائی وقت میں مقیم تھا۔ اور نماز پڑھنے سے پہلے سفر شروع کر دیا تو یہ نماز بھی مسافرانہ نماز پڑھے گا۔ اسی طرح اگر ابتداء وقت مسافر تھا اور نماز پڑھنے سے پہلے مقیم ہو گیا یہ نماز بھی مقیم کی طرح پوری پڑھے گا۔ (بدائع صـ۹۵ ج ۱)

مسئلہ:۔ مسافر کو اپنے شہر کے ریلوے اسٹیشن پر بھی مسافرانہ نماز پڑھنی چاہئے جانے کے وقت بھی اور لوٹنے کے وقت بھی — بشرطیکہ اسٹیشن شہر کے اندر نہ ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ بصرہ سے واپس اپنے وطن کوفہ میں تشریف لائے اور اتنے قریب ہو گئے کہ کوفہ کے مکانات نظر آتے تھے۔ لیکن آپ نے نماز قصر ہی پڑھی۔

(بدائع)

مسئلہ:۔ مسافر اگر کسی مقام پر اطمینان سے ٹھیرا ہُوا ہے تو سنت مؤکدہ سب پڑھنی چاہئیں۔ اور اگر چلنے کی عجلت ہے یا ریل چھوٹنے والی ہے یا اور کوئی بے اطمینانی ہے تو سنتوں کا ترک کر دینا ہی اولیٰ ہے (شامی باب صلوٰۃ المسافر) بعض لوگ اس میں سخت غفلت کرتے ہیں اور خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور ساتھیوں کو بھی پریشان کرتے ہیں۔

مسئلہ:۔ مقیم کی نماز مسافر کی امامت میں اور مسافر کی نماز مقیم کی امامت میں جائز ہے لیکن جب مسافر امام ہو تو نماز سے پہلے مقتدیوں کو اطلاع کر دے کہ میں مسافر ہوں دو رکعتیں پڑھوں گا تم اپنی نماز پوری کر لینا اور بعد سلام کے بھی یہ اعلان کر دے اور خود اپنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لے اور جو مقتدی مقیم ہیں وہ اپنی باقی دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ قیام میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑے رہیں جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ (شامی)

مسئلہ:۔ مسافر شرعی کو اختیار ہے کہ رمضان المبارک کے روزے سفر میں رکھے یا افطار کرے مگر در صورت افطار بعد واپسی کے روزوں کی قضا کرنی پڑے گی بشرطیکہ بعد واپسی کے اتنی مہلت ملے کہ قضا کر سکے۔

مسئلہ:۔ اگر سفر سے واپسی کے بعد روزے قضا کرنے کی مہلت نہ ملی یعنی انتقال ہو گیا تو یہ روزے معاف ہیں۔

مسئلہ:۔ اگر سفر میں روزہ رکھنے سے ضعف و مشقت میں پڑ جانے کا خوف ہو تو افطار کرنا افضل ہے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے (بدائع۔ فصل الصوم صـ۹۶ ج ۲)

مسافر کا مقیم ہونا

مسافر چار چیزوں سے مقیم ہو جاتا ہے:۔

۱۔ کسی ایک قابل اقامت جگہ شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھیرنے کی خود نیت کر لینا (۲) بطریق تبعیت نیت اقامت ہو جانا یعنی ایسے شخص کا نیت اقامت کر لینا جس کا اتباع سفر و اقامت میں اس کے لئے ضروری ہو جیسے کوئی غلام آقا کے ساتھ ہو یا عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہو یا لشکر اپنے امیر کے ساتھ (۳) اپنے وطن اصلی میں داخل ہو جانا۔ (۴) ایسی جگہ سے واپسی کا ارادہ کر لینا جو اس کے وطن سے مسافت قصر ۴۸ میل سے کم ہو ان چاروں نمبروں کی تشریح ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

شرح نمبر اوّل:۔ نمبر اوّل چار چار جزو سے مرکب ہے اول نیت اقامت، اس کے بغیر کوئی شخص مقیم نہ کہلائے گا اگرچہ ساری عمر ایک جگہ گذار دے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی شہر میں پہنچا اور روزانہ یہاں سے چلنے کا قصد کرتا رہا مگر اتفاقاً یہ قصد پورا نہ ہوا اور اسی طرح مہینے گذر گئے تو یہ شخص مقیم نہ ہوگا۔ بلکہ نماز مسافر ادا کرتا رہے گا (بدائع) دوسرا جزو مدت اقامت ہے جس کی مقدار پندرہ دن ہے اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ مقیم نہ کہلائے گا۔ تیسرا جزو یہ ہے کہ ایک ہی جگہ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہو۔ اور اگر مختلف بستیوں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی تو قابل اعتبار

نہیں - اور یہ شخص بدستور مسافر رہے گا -

ایک شہر کے مختلف محلے مختلف بستیوں کے حکم میں نہ ہوں گے - بلکہ ایک ہی جگہ سمجھی جائے گی - اور مختلف محلوں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرنے والا مقیم سمجھا جائے گا - لیکن آس پاس کے گاؤں اور جداگانہ بستیاں جن کے نام اور احکام اور تمام کاروبار جدا ہوں ایک جگہ متصور نہ ہونگے جن شہروں میں شہر اور چھاؤنی کی بستیاں، بازار اور اسٹیشن وغیرہ بالکل جدا ہیں وہ بھی مختلف شہر شمار کئے جائیں گے - چوتھا جزو یہ ہے کہ جس مقام میں اقامت کی نیت کی ہے وہ اس قابل ہو کہ اُس میں عادتاً و عموماً انسان ٹھہر سکتے ہوں - جیسے شہر اور گاؤں وغیرہ اور اگر کسی جنگل غیر آباد میں یا کسی کشتی یا جہاز میں پندرہ دن ٹھہرے رہنے کی نیت کر لی تو اس سے مقیم نہ ہو گا -

مسئلہ :- جو لوگ خانہ بدوش ہیں اور ہمیشہ جنگلوں میں خیمے ڈال کر رہتے ہیں - اُن کے لئے خیمے بھی جائے اقامت سمجھے جائینگے اور اسی لئے ان لوگوں کو ہمیشہ نماز پوری چار رکعت پڑھنی چاہئے کیونکہ عادتاً یہ لوگ مسافت سفر کی نیت کرکے سفر نہیں کرتے بلکہ ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں - البتہ اگر ایسا کریں - کہ اڑتالیس میل کے سفر کا دفعتہً ارادہ کرکے نکلیں تو مسافر سمجھے جائیں گے - (بدائع صـ۱۰۱ ج۱)

مسئلہ :- جو شخص سفر میں کسی دوسرے کا تابع ہو تو اقامت میں بھی اُس کی نیت معتبر نہ ہوگی - مثلاً غلام اپنے آقا کے ساتھ یا عورت اپنے خاوند کے ساتھ یا لشکر اپنے امیر کے ساتھ یا اہلکار اپنے حاکم کے ساتھ دورہ میں ہوں تو ان سب صورتوں میں آقا اور خاوند اور امیر اور حاکم کی نیت معتبر ہوگی - اگر وہ پندرہ دن کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت کر لینگے جو لوگ ان کے تابع ہیں وہ بھی مقیم ہو جائیں گے - اگرچہ وہ خود نیت اقامت نہ کریں -

مسئلہ :- مگر یہ لوگ تبعاً مقیم اس وقت سمجھے جائیں گے جس وقت ان کو اپنے امیر و آقا کی نیت اقامت کا علم ہو جائے اور علم سے پہلے اگر انہوں نے نماز مسافرانہ طور پر قصر کرکے پڑھ لی تو جائز ہوگی اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں - (ھوالصحیح کما فی البدائع)

مسئلہ :- مسافر اپنے وطن اصلی میں داخل ہو جانے سے فوراً مقیم ہو جاتا ہے خواہ ایک ہی منٹ کے لئے داخل ہو اور پھر فوراً واپس چلے جانے کی نیّت ہو -

وطن کی تین قسمیں اور اُن کے احکام

وطن کی تین قسمیں ہیں ایک وطن اصلی، دوسرے وطن اقامت، تیسرے وطن سکنیٰ -

وطن اصلی وہ ہے جہاں پر آدمی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہو اور اس میں زندگی گذارنے کا ارادہ رکھتا ہو -

مسئلہ :- وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں - مثلاً ایک شخص کے متعدد اہل و عیال مختلف شہروں میں رہتے ہیں اور وہیں زندگی گذارنے کا خیال ہے تو یہ تمام شہر اس شخص کے لئے وطن اصلی سمجھے جائیں گے اور یہ شخص جب ان میں سے کسی شہر میں داخل ہوگا تو بلا نیّت کے محض داخل ہونے سے مقیم ہو جائیگا - (بدائع)

مسئلہ :- اگر کسی شخص کے ماں باپ اور خویش و اقارب ایک شہر میں رہتے ہیں اور اُس کے اہل و عیال دوسرے شہر میں مستقل طور پر رہتے ہیں - اور وہیں زندگی گذارنے کا خیال رکھتے ہیں تو اس کا وطن اصلی وہ شہر ہوگا جس میں اہل و عیال ہیں - وطن کی دوسری قسم وطن اقامت ہے - وطن اقامت اس کو کہتے ہیں جس میں مسافر پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیّت کرکے مقیم ہو جائے - بشرطیکہ وہ جگہ عادتاً و عموماً ٹھہرنے کے قابل ہو - جنگل یا کشتی وغیرہ نہ ہو - اور تیسری قسم وطن کی وہ ہے جس میں مسافر پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے - وطن اصلی کا حکم یہ ہے کہ مسافر اُس میں خواہ کسی طرح داخل ہو جائے مقیم سمجھا جائے گا اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے قصداً داخل ہو یا بلا قصد -

مسئلہ :- جن شہروں کے اسٹیشن وسط شہر میں واقع ہیں ان شہروں کے باشندے اگر ریل میں بیٹھے ہوئے اس شہر سے گذریں گے تو یہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائیں گے پھر اگر آگے مسافت و قصر یعنی اڑتالیس میل جانے کا قصد ہے تو اس شہر کی آبادی سے نکل کر پھر مسافر ہو جائیں گے اور اگر اس سے کم مسافت کا ارادہ ہے تو بعد میں بھی بدستور مقیم رہیں گے - مثلاً ایک دہلی کا رہنے والا بمبئی سے اپنے وطن دہلی کو واپس آتا ہے لیکن کسی ضرورت سے یہ چاہتا ہے کہ اول سیدھا غازی آباد چلا جائے اور پھر اپنے وطن دہلی کو واپس آتا ہے تو جس وقت ریل گاڑی اسٹیشن دہلی پر پہنچے گی یہ اُسی وقت سے مقیم ہو جائے گا - غازی آباد کے زمانہ قیام اُس کو پوری نماز اقامت پڑھنی چاہئے - اور اگر بجائے غازی آباد کے اسی طرح مراد آباد کا قصد ہے تو دہلی اسٹیشن کی حدود تک تو یہ مقیم رہے گا اور جب گاڑی یہاں سے نکل جائے گی تو پھر از سر نو مسافر ہو جائے گا - اسٹیشن دہلی پر اگر نماز پڑھے گا تو چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اگر اسٹیشن گذرنے کے بعد پڑھے گا تو دو رکعت بشرطیکہ وقت نماز باقی ہو -

مسئلہ :- اور اگر مثلاً عصر کے

وقت دہلی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تھی اور نماز پڑھنے نہ پایا تھا کہ سورج غروب ہو گیا۔ اب اسٹیشن دہلی گذرنے کے بعد عصر کی نماز قضا پڑھنا چاہتا ہے تو پوری چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی۔

مسئلہ:۔ اگر سفر کی قضا شدہ نماز کو بعد اقامت کوئی شخص ادا کرنا چاہے تو دو رکعتیں پڑھے گا اسی طرح اگر حالت اقامت کی قضا شدہ نمازوں کو سفر میں ادا کرنا چاہے تو پوری چار رکعتیں ادا کرنی ہوں گی۔

مسئلہ:۔ وطن اصلی سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص ساری عمر سفر میں رہے پھر بھی جو اس کا وطن اصلی ہے وہ وطن ہی سمجھا جائے گا وہاں ایک گھنٹہ کے لئے بھی آئے گا تو پوری نماز پڑھنا ہو گی۔ (بدائع)

مسئلہ۔ انسان کا وطن اصلی بدلنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر یا بستی میں مع اہل و عیال کے منتقل ہو جائے اور وہیں عمر گذارنے کی نیت کر لے۔ تو اب یہ وطن اصلی بن گیا اور جس جگہ کو چھوڑ دیا ہے وہ وطن نہیں رہا۔ جب وہاں پہنچے تو نماز قصر ادا کرنی ہو گی (بدائع) اور جب تک پہلے وطن کو چھوڑنے اور دوسری جگہ کو وطن بنانے کی نیت نہ کرے پہلا وطن ہی وطن اصلی رہے گا۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک شخص کے دو یا زائد مقام بھی وطن اصلی ہو سکتے ہیں جبکہ دونوں جگہ اُس کے اہل و عیال ہوں اور دونوں جگہ اہل و عیال کی نیت عمر گذارنے کی ہو۔

وطن اقامت۔ جس میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کی ہے اُس کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہاں مقیم رہے نماز پوری مثل مقیم کے ادا کرے اور جب یہاں سے سفر شرعی یعنی اڑتالیس میل کے سفر کی نیت کر کے نکلے تو سفر شروع ہوتے ہی مسافرانہ نماز ادا کرے (درمختار) پھر اگر کبھی اس وطن اقامت میں داخل ہو تو جب تک یہاں پندرہ دن یا اُس سے زائد قیام کی دوبارہ نیت نہ کرے اُس وقت تک مسافر ہی رہے گا مسافرانہ نماز قصر پڑھنی چاہئے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ وطن اقامت میں خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گذارا ہو جب یہاں سے سفر کرے گا یہ وطن باطل ہو جائے گا۔

وطن سکنیٰ:۔ جس میں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں قیام کے باوجود انسان مسافر کے حکم میں رہے گا نماز قصر ادا کرے گا جب تک بیک وقت پندرہ روز کے قیام کی نیت کر کے اس کو وطن اقامت نہ بنائے اُس وقت تک نماز قصر ہی ادا کرنا ہو گی۔

مسئلہ:۔ اگر اول دس دن کے قیام کی نیت کی پھر چھ دن گذرنے کے بعد پانچ دن کی اور نیت کر لی اور اسی طرح دو دو چار چار دن کی نیت بڑھاتا رہا مگر پورے پندرہ دن کی نیت بیک وقت نہ ہوئی تو نماز مسافرانہ ہی ادا کرنا ہو گی اگرچہ ساری عمر اسی طرح گذار دے۔ (بدائع) خلاصہ یہ ہے کہ وطن سکنیٰ شرعی اعتبار سے کوئی وطن نہیں۔

بحری سفر کے احکام

دریا میں بذریعہ جہاز یا کشتی جو سفر کیا جائے اس کے بھی عام احکام وہی ہیں جو خشکی میں سفر کے ہیں چند احکام میں فرق ہے اُن کو بیان کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ خشکی میں تین دن کا سفر شرعی اعتبار سے اڑتالیس میل کا سفر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن دریا اور پہاڑ کے سفر میں یہ مسافت معتبر نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ متوسط درجہ کی کشتی تین دن میں کتنی مسافت طے کرتی ہے وہ ہی مسافت قصر ہو گی اگرچہ بڑا دخانی جہاز اس کو ایک ہی گھنٹہ میں طے کر لے۔ اسی طرح پہاڑ کی چڑھائی میں متوسط طاقت والا آدمی تین دن میں جتنی مسافت طے کر سکتا ہے وہ ہی مسافت سفر شرعی ہو گی اور نماز کا قصر اُس پر لازم ہو گا اگرچہ ہوائی جہاز یا کسی دوسری سواری میں وہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکے۔

مسئلہ:۔ دریا کے سفر میں کشتی یا جہاز پر امام اعظمؒ کے نزدیک بغیر عذر کے بھی نماز فرض بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا سب کے نزدیک افضل ہے (شرح منیہ ص۲۷) ریل کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ ریل میں بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور اگر کسی نے بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو اعادہ لازم ہو گا۔ اور اگر کشتی یا جہاز لنگر ڈالے ہوئے کھڑا ہے تو اُس میں بلا عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ جیسے ریل کی سواری میں بوقت نماز قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اسی طرح کشتی اور جہاز میں بھی استقبال قبلہ فرض ہے۔ قبلہ کی شناخت دریا میں چاند، سورج اور دوسرے ستاروں سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور قطب نما سے بھی۔

مسئلہ:۔ جس شخص کو جہاز یا کشتی میں متلی اور چکر آتے ہوں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی قدرت نہ رہے وہ لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ہوائی سفر کے احکام

ہوائی سفر کے بھی عام احکام وہ ہی ہیں جو زمین پر سفر کے ہیں البتہ ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ جب تک ہوائی جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے۔ اُس

وقت تک تو وہ ریل کے حکم میں ہے اُس پر نماز بالاتفاق جائز ہے۔ لیکن جب وہ پرواز کر رہا ہو تو اس حالت میں بھی عذر کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ ورنہ قواعد فقہیہ کی رو سے اس میں نماز جائز نہ ہونی چاہیئے۔ مگر یہ عذر ایسا ہے جو ہوائی جہاز کے سفر کے لئے تقریباً لازمی ہے۔ کیونکہ نہ ہوائی جہاز کو ہر جگہ اتارا جا سکتا ہے اور نہ اس کا اتارنا ہر مسافر کے اختیار میں ہے اور بغیر جہاز کو زمین پر اتارے ہوئے خود اترنے کا کوئی امکان نہیں اس لئے اگر یہ اندیشہ ہو کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز ہوائی جہاز میں جائز ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق مع دلائل کے امداد الفتاویٰ جلد اوّل ص۳۶۵ تا ص۳۶۸ میں مذکور ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کھڑے ہو کر ہوائی جہاز میں نماز پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہو کر ادا کرے ورنہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ:۔ ہوائی جہاز میں اکثر تو وضو کے لئے پانی مل جاتا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے بشرطیکہ منزل پر اترنے تک نماز کا وقت فوت ہو جانے کا خطرہ ہے۔

مسئلہ:۔ جس طرح ریل اور بحری جہاز کے سفر میں استقبال قبلہ نماز کے لئے ضروری ہے اسی طرح ہوائی جہاز میں بھی ضروری ہے اگر قبلہ کے رُخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو اندازہ اور اٹکل سے کام لے کر رُخ سیدھا کرے جس طرف اس کا اندازہ قائم ہو جائے وہ ہی اس کے لئے سمت قبلہ ہے اگر بعد میں بالفرض اندازہ غلط بھی معلوم ہو تو نماز صحیح ہو گئی لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مولانا خالد کمال صاحب حسینی مبارکپوری

تعارُف

انبیاء علیہم السلام

(۲) سلسلہ کے لئے ۲۹ر دسمبر کا خدام الدین ملاحظہ فرمائیں

انبیاء علیہم السلام اور تعلق مع اللہ

گزشتہ نمبروں میں یہ بات کسی حد تک صاف ہو چکی ہے۔ کہ انبیاء کرام کی پوری زندگی جبر و تشدد افراط و تفریط اور خود غرضی اور جذبہ انتقام سے بمراحل دور ہوتی ہے۔ اس کے برعکس عہد حاضر کے انقلابی گروہ اور ان کے لیڈروں میں وہ تمام باتیں جس سے نظام عالم درہم برہم ہو یعنی تشدد و بے اعتدالی وغیرہ اس کے انقلاب کے بنیادی خط و خال ہیں۔ وہ امن عالم، علم و تہذیب و مذہب کا علانیہ انکار کرتا اور مذاق اڑاتا ہے۔ تعیش پسندی، ظلم و غارتگری وغیرہ ہی اس کے انقلاب کے ابواب اور فصول ہیں۔

آئیے ہم انبیاء علیہم السلام کے ایک ایسے وصف کو ظاہر کریں جس سے ہر دور کے انقلابی اور لیڈروں کی زندگی یکسر خالی اور انبیاء کرام کے ہر فرد میں وہ چیز بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے وہ تعلق مع اللہ کی دولت ہے جس کو وہ لے کر اس عالم ناسوت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تاریخ نبوت میں انبیاء کی سیرت سے یہ چیز ثابت ہو چکی ہے۔ کہ تعلق مع اللہ ہی ان کے مشن کا بنیادی نکتہ اور راہ حق کی ہر دشواری کا حل ہوتا ہے

انبیاء کے سوا تاریخ انسانیت میں کوئی انسان ایسا نہیں ملا جس نے اپنے خدا سے ایسا گہرا عشق اور اتنی جاندار محبت کی ہوا اور زندگی کے ہر موڑ پر اسی کا سہارا لیا ہو یہ طغرائے امتیاز انبیاء علیہم السلام ہی کے گروہ حق پژوہ اور خدائی جماعت کو حاصل رہا ہے۔ قرآن حکیم میں انبیاء و رسل کے تذکرے موجود ہیں۔ بعض کے مفصل اور بعض کے مجمل لیکن سب میں جو چیز آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن اور نمایاں ہے وہ یہی تعلق مع اللہ کی مرئی اور غیر مرئی طاقت تھی۔ ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت جس کے ساتھ ہو جائیں سارے عالم کی طاقتیں اس کے ساتھ ہو جائیں گی۔

ے گر مہر خدا است نقش بر خاتم دل
عالم ہمہ در زیر نگینت بدہند

انبیاء علیہم السلام نے اسی طاقت اور قوت اور توانائی کی راہ سے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی بڑی جماعت بھی نہیں پا سکتی اور کسی نبی اور رسول کا مشن کبھی ناکامیاب نہیں ہوا۔

وجہ یہ تھی۔ کہ معیت خداوندی سے اولوالعزمی، استقامت، عالی ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ صبر و تحمل وغیرہ وغیرہ اوصاف اسی تعلق مع اللہ کے برکات اور آثار ہوتے ہیں۔ یہی ان کی زندگی کا سہارا اور یہی ان انفاس قدسیہ میں روح کا کام دیتے ہیں اگر کسی وقت جب ایمانی اور غیر ایمانی میں مقابلہ ہو جائے۔ تو یہی معیت خداوندی دنیا کی ہر معیت پر غالب آجاتی ہے۔ نبی اور رسول پوری بیخوفی کے ساتھ یکہ اور تنہا بے سروسامانی

کی حالت میں بڑی سے بڑی جمیعتہ کا مقابلہ کرتا اور ہمالہ سے بھی بڑھ کر استقامت دکھاتا ہے۔ لیڈر اور انقلابی دنیا کی ایک ایک طاقت کو فراہم کرتا اور قبضہ میں کرنے کی چالیں اور تدبیریں اختیار کرتا ہے۔ لیکن بارگاہ الوہیت کے تعلیم یافتہ انبیاء علیہم السلام صرف ایک قوت کی فکر کرتے اور اسی سے اپنے کو مسلح کرتے ہیں۔ پھر سارے جہان کی قوت ان کی مٹھی میں ہوتی ہے۔

سچ فرمایا کسی عارف نے ؎

رُخ زرین من منگر کہ پائے آہنی وارم
چہ میدانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور واقعات کو پڑھے۔ اور اسی پر دیگر انبیاء و رسل کو قیاس کر لیجئے۔ کتنا نازک موقع ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون جیسے جابر اور قاہر بادشاہ کے نرغہ میں پھنس کر دریائے قلزم کی موجوں میں اپنی قوم کو اتار دیتے ہیں، پیچھے سے فرعونیوں کا لشکر یلغار کرتا دکھائی دیتا ہے۔ بنی اسرائیل گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں۔ کہ اب تو ہم پکڑ لئے گئے آگے سمندر اور تعاقب میں دشمن بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں ساری قوم چیخ اُٹھی اور سراسیمگی کی حالت میں سب کے اوسان خطا کر جاتے ہیں۔ اللہ کا رسول اور اولوالعزم نبی پورے سکون اور اطمینان کے عالم میں فرماتا اور تسکین دیتا ہے۔ کَلَّآ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ گھبراؤ نہیں اللہ کے وعدوں پر یقین رکھو۔ اس کی حمایت اور نصرت میرے ساتھ ہے۔ اور جس کے ساتھ وہ ہو جائیں۔ تو پھر خطرہ کیا ہے راستہ ل کر رہے گا۔

تاریخ شاہد ہے۔ کہ دریائے قلزم کی موجوں کو اپنا رخ بدلنا پڑا اور فرعونیوں کو منہ کی کھانی پڑی غرض فرعون اور فرعونی تعلق مع اللہ کی دولت سے تہی دامن رہ کر اپنے پندار و غرور کی سزا میں اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ اور اسی دریا نے ان کو لقمہ بنا لیا مگر وہی دریائے قلزم کی موجیں ہیں۔ اور تعلق مع اللہ کی دولت سے بھرپور موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کہ ان حضرات کے لئے وہی موجیں اور دریا کی گہرائی کو پایاب بن کر بڑے پہاڑوں کے دو ٹکڑوں کے مانند اپنے اندر سے معزز مہمانوں اور مسافروں کو بخیر و خوبی گزار دینے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔

ساری عقلیں حیران اور درماندہ ہوکر مدو جزر کی توجیہات رکھکر سے اپنے مزعومات پر قانع ہوگئیں اس لئے بات صاف ہو جاتی ہے۔ کہ بس ایسے لوگوں کی بلند سے بلند پرواز اسی حد تک ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی معجزانہ اور فوق البشری طاقتوں کا سرچشمہ محض تعلق مع اللہ ہے۔ جو عالم انسانوں کی دسترس سے باہر ہے۔

اسی ہاتھوں لگے خاتم النبین اور رحمتہ للعالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سے ہجرت کے واقعہ ہی کو لے لیجئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر آپ غار ثور میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور تین راتیں بسر کرکے مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں۔ مولانا آزاد مرحوم اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ تین راتیں حضرت ابوبکرؓ نے کہ شمع نبوت کے پروانہ تھے۔ جس عالم میں بسر کی ہوں گی۔

اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے عشق و محبت کا کچھ بھی ذائقہ چکھا ہو۔ اللہ کا رسول غار میں پوشیدہ تھا۔ دشمن سراغ میں تھے۔ ہر لحہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں سراغ نہ پالیں اور ایک مرتبہ ان کی صدائیں بھی کانوں میں آنے لگیں تھیں ایسی حالت میں ظاہر ہے۔ کہ ان کے دل کے حزن و اضطراب کا کیا عالم ہوگا؟ بلاشبہ انہیں یقین تھا۔ کہ اللہ اپنے رسول کا مددگار ہے۔ لیکن عشق و محبت کا قدرتی تقاضہ ہے۔ کہ محبوب کو خطرہ میں دیکھ کر اضطراب ہو اس سے وہ اپنے دل کو نہیں روک سکتے تھے۔ اگر روک سکتے تو محبت کی عدالت کا فیصلہ ان کے خلاف ہوتا۔

لیکن پیغمبر اسلام کے سکون قلب کا دوسرا عالم تھا۔ ان کا رفیق غار جب جوشِ محبت میں مضطرب ہوتا تو تسلی دیتے اور فرماتے غمگین نہ ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خود ابوبکرؓ کا بیان ہے۔ کہ جب دشمن غار کے قریب آئے تو میں نے مضطرب ہوکر کہا، ان میں سے کسی نے پاؤں اونچا کیا۔ تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر تم ان دو آدمیوں کے لئے کیا خیال کرتے ہو۔ جن کے لئے تیسرا خود اللہ ہے۔

ترجمان جلد دوم صفحہ ۹۰

اس واقعہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مقام صدیقیت نبوت کے بعد سب سے اونچا مقام ہے۔ مگر باوجود اس کے انبیاء علیہم السلام کے قلوب کے اندر جو سکون اور جو طمانیت ہوتی ہے۔ اور جس آنکھ سے وہ خطرات کو دیکھتے اور آیندہ پر حکم لگاتے ہیں۔ ایک جانی بوجھی صداقت بن کر دنیا مشاہدہ کرتی ہے۔ امتی اس سے کم تر درجہ پر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اور فیصلہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہی تعلق مع اللہ جس کا دوسرا نام یقین اور خدا پر بھروسہ ہے۔ انبیاء کی زندگی بھر کا سرمایہ دین و دنیا ہوتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ دنیا کے غلط نظام فکر و شعور اور ناپائیدار تہذیب و تمدن کے خلاف برملا بولتا، تبدیلی پیدا کرتا اور دنیا کی اصلاح پر آمادہ ہوتا اور اس کو سنوارنے کی انتھک جدو جہد میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور کسی حالت میں نہ تو مایوس ہوتا اور نہ غلط طریقہ اختیار کرتا ہے۔ تعلق

مع اللہ ہی وہ طاقت ہے۔ جو دنیا کی مصیبتوں اور ناموافقتوں میں اپنی راہ نکال لیتی ہے۔ صبر، عزم، اعتماد علی النفس اور توکل علی اللہ اسی تعلق مع اللہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ روح عظیم پرستاری صدق کا دستور العمل ہے یہ ایمان کامل کا معیار ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی راہ میں دنیا کے سارے سمندر حائل ہو جائیں۔ جب بھی ان کی رفتار نہیں رکتی اور حوادث و وقائع اس پر قابو نہیں پا سکتے احوال ظروف اس پر غالب نہیں آ سکتے۔ افراد و جماعات کی کوشش اسے مسخر نہیں کر سکتی اس کے لئے ہر حال میں کامرانی ہے۔ اس کے لئے ہر گوشہ میں فتح مندی ہے۔ اس کے لئے ہر طاقت پر فرماں روائی ہے۔ وہ اعمال و نتائج کی اس امتحان گاہ میں صرف اس لئے ہے۔ کہ سربلند ہو

عجز و درماندگی کی آلودگی کبھی اسے چھو نہیں سکتی پس جس قدر تعلق مع اللہ قوی ہوگا۔ اسی قدر عزم و ارادہ میں توانائی ہوگی۔ اور عشق حق کا نمونہ ظہور پذیر ہوگا۔ جو جذبات کی آزمائش میں بھی اس کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہونے دے گا۔ بخلاف اس کے دنیا کے انقلابی اور لیڈروں اور نام نہاد مصلحین کو نفس کی ایک چھوٹی سی ترغیب اور جذبات کی ایک ادنیٰ سی کشش کا بھی مقابلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید انبیاء و رسل کی زندگی اور تاریخ سے بھرا پڑا ہے۔ مگر سب کے اندر مشترک طور پر جو چیز نظر آتی ہے۔ وہ یہی تعلق خداوندی کا اساسی نکتہ ہے۔ جو تلواروں کے سایہ میں خوشی خوشی کھیلنے اور جملہ شدائد و محن کے جھیل لینے کا عادی بنا دیتا ہے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں جب ہم غور کرتے ہیں تو تمام پیغمبروں کے حالات میں مشترک طور پر یہ صداقت سامنے آتی ہے۔ کہ ان کے پاس ایک ذریعہ موجود ہے۔ اور وہ "وحی" ہے۔ اور کسی انسان کے پاس ہدایت وحی کے خلاف کوئی یقینی روشنی موجود نہیں۔ اس لئے تمام انسانوں کو اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے پیغام حق اور دعوت حق کے ظہور و احوال کی یکسانیت کا یہ ایک عجیب توارد ہے۔ کہ سب اسی قوم میں پیدا ہوئے۔ جس کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ایسا نہیں ہوا۔ کہ باہر سے کوئی اجنبی آگیا ہو۔ جس کی زندگی سے لوگ بے خبر ہوں۔ کوئی بھی بادشاہ یا امیر نہ تھا۔ نہ کسی طرح کا دنیوی سروسامان رکھتا تھا۔ سب کا ظہور اسی طرح ہوا۔ کہ تن تنہا اعلان حق کے لئے کھڑے ہوگئے اور صرف خدا کی معیت و نصرت پر اعتماد کیا "مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ" قرآنی صداقت ہے۔ سب کا پیغام ایک ہی تھا "خدا کی بندگی کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سب نے نیک عملی کی تلقین کی انکار و بدعملی کے نتائج سے متنبہ کیا سب کے ساتھ یہی ہوا کہ رئیسوں نے سرکشی کی بے نواؤں نے ساتھ دیا۔ مخالفت بھی ہمیشہ ایک ہی طرح ہوئی یعنی اعلان رسالت کی ہنسی اُڑائی گئی ان کی باتوں کو حماقت سے تعبیر کیا گیا۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اذیت پہونچانے کے تمام وسائل کام میں لائے گئے۔ ان کی دعوت کی اشاعت روکنے کے لئے اپنی ساری قوتیں خرچ کر ڈالیں۔

پیغمبروں نے ہمیشہ کہا اگر میری دعوت قبول نہیں کرتے تو کم از کم میری موجودگی برداشت کر لو۔ اور فیصلہ نتائج پر چھوڑ دو لیکن منکر اس کے لئے بھی طیار نہیں ہوئے۔ پیغمبروں کی پکار یہ ہوتی تھی۔ کہ روشن دلیلوں پر غور کرو منکروں کا جواب یہ ہوتا تھا۔ کہ انہیں بستی سے نکال دو یا سنگسار کر دو۔ نتیجہ بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کا پیش آیا تمام جماعتیں ہلاک و نابود ہوگئیں پس جس اخلاقی نظام کی پشت پر نبوت و رسالت کی طاقت نہ ہو۔ وہ صرف کتابی فلسفہ ہے۔ جو ایک معمولی سے جرم کا انسداد بھی نہیں کر سکتا اور محدود سے محدود رقبہ زمین میں بھی کوئی پاکیزہ اخلاقی ماحول نہیں پیدا کر سکتا ہے۔

یونان اور روم اور جدید یورپ کی اجتماعی و اخلاقی اور ادبی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی جماعت اور ان کی لائی ہوئی شریعت روئے زمین کے لئے پیغام امن بن سکتی ہے۔

اس لئے اور بھی کہ ان کا علاقہ اور ان کا تعلق صرف ایک خدا سے ہوتا ہے۔ جو ان کا اور سارے عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی کو حق پہنچتا ہے۔ کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور اسی کے بخشے ہوئے دستور کو اپنی زندگی اور ماوراء زندگی میں جاری کیا جاوے۔ کیونکہ "خلق" اور "امر" دونوں اللہ ہی کی ذات سے ہیں،

افتخار الدین منہاس ایس، بی، اے کھیوڑہ

اللہ جل جلالہٗ کا خوف اور ڈر

آندھی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

دین کے ساتھ اُس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے پچھلے پرچوں میں گذرے اور دین کے لئے اپنی جان، مال، آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ البتہ جل شانہٗ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا، اللہ کرے کہ اس کا کچھ کرشمہ ہم سیہ کاروں کو بھی نصیب ہو جائے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر

ہوتا تھا اور چہرہ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ۔

ترجمہ:۔ یا اللہ! اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ یا اللہ! میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے مگر آپ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ رضؓ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا۔ حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ (در منثور) اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

فَلَمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِھِمْ الآیہ۔

ترجمہ:۔ اُن لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے (ارشاد خداوندی ہوا) کہ نہیں، برسنے والا نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب ہے جس کی تم جلدی چاہتے تھے۔ اور نبی سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو عذاب لا) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی چنانچہ وہ لوگ اس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں

(بیان القرآن وغیرہ)

یہ اللہ کے خوف کا حال اسی ذات پاک کا ہے جس کا سید الاولین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اس وعدۂ خداوندی کے باوجود پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف الٰہی کا یہ حال تھا کہ ابر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آ جاتے تھے۔

فقر پر صبر کی فضیلت

ابی عبدالرحمٰن رضؓ جبلی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضؓ سے ایک شخص نے یہ پوچھا کہ کیا ہم (ان) فقراء مہاجرین میں سے نہیں جن کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ وہ جنّت میں دولتمندوں سے پہلے داخل ہوں گے۔ اس کے جواب میں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کیا تیری بیوی ہے جس کے پاس تو رہے۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر عبداللہ رضؓ نے پوچھا کیا تیرے پاس گھر ہے جس میں تو رہے اس نے کہا ہاں۔ عبداللہ رضؓ نے کہا تب تو دولتمندوں میں سے ہے۔ اس شخص نے کہا اور میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ عبداللہ رضؓ نے کہا تو پھر تو بادشاہوں میں سے ہے۔ ابو عبدالرحمٰن راوی کا بیان ہے کہ تین آدمی عبداللہ بن عمرو رضؓ کے پاس آئے۔ اس وقت میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا۔ اے عبداللہ رضؓ! خدا کی قسم ہم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ نہ تو ہمارے پاس خرچ ہے اور اور نہ سواری اور نہ سامان (ہم کیونکر جہاد و حج کریں گے) عبداللہ رضؓ بن عمرو رضؓ نے کہا۔ تم کیا چاہتے ہو اگر تم یہ چاہتے ہو (کہ میں اپنے پاس سے کچھ دوں) تو تم پھر کسی وقت آنا میں تم کو وہ چیز دوں گا جس کا خداوند تعالےٰ انتظام کر دے۔ اور اگر تم چاہو تو میں تمہاری حالت بادشاہ سے بیان کر دوں (کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک کر دے) اور اگر تم پسند کرو تو تو صبر کرو۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم صبر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مانگتے۔ (مسلم

علی رضؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ کے دئیے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے خداوند تعالیٰ اس سے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔ (بیہقی)

عمران بن حصین رضؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا اپنے اس مومن بندہ دوست رکھتا ہے جو فقیر، پارسا اور عیالدار ہو۔

(ابن ماجہ)

ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی کھجوروں سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ ہم نے خیبر کو فتح کر لیا۔ (بخاری)

بقیہ اداریہ صٓ۳ سے آگے

اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا

ترجمہ:- بہت بڑی بات ہے
جو ان کے موہنوں سے
نکلتی ہے۔ وہ جو بولتے
ہیں جھوٹ ہی بولتے ہیں

یوں تو انکار حدیث کفر ہے، ختم نبوت کا انکار کفر ہے، رسالت کی ذرا سی توہین کفر ہے، قرآن پاک کی تحریف کفر ہے اور بہت سی باتیں ہیں جن میں دین کے قطعی اور یقینی احکام کا انکار پایا جاتا ہو کفر ہے مگر یہاں ہم مسلمانوں کو ان باتوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں جن سے کسی قسم کا فائدہ تو ہوتا نہیں اور نہ ان کی ضرورت ہوتی ہے مگر ان کی وجہ سے ایمان جیسی دولت چھن جاتی ہے پھر بعض لوگ سمجھتے ہی نہیں کہ ان سے کوئی جرم سرزد ہؤا۔

مثلاً ایک مسلمان نے کہا کہ رمضان شریف آ رہا ہے دوسرے نے کہا کہ مصیبت آ گئی۔ اس کہنے سے کفر لازم آتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی صحیح مراد کی وجہ سے وہ کفر سے بچ جائے مگر الفاظ کا ظاہر کفر ہے اور قاضی عدالت اس کو معافی نہیں دے سکتا۔

اسی طرح ایک شخص پنجوقتہ نماز کو بے ضرورت تکلیف بک دیتا ہے۔ اس میں ایمان کی رتی باقی نہیں رہتی اور اگر اسلامی شریعت کی عدالت کے سامنے وہ پیش کیا جائے تو ممکن ہے کہ مرتد کی سزا قتل کے سوا اس کے ساتھ اوروں کی عبرت کے لئے اور زیادہ سخت سلوک کیا جائے۔

اسی طرح آج کل مذہب کی مخالفت کرنا اور اس کا مذاق اڑانا بھی ایک طبقہ میں فیشن بن چکا ہے۔

چنانچہ دینی گفتگو کے وقت بسا اوقات اس قسم کے آدمی کہہ دیتے ہیں کہ جانے بھی دیجئے۔ مذہب ہماری مشکلات حل نہیں کر سکتا نہ اب پرانے اسلام میں ان کا مداوا موجود ہے۔ مولویوں کے اسلام پر کان دھرنے میں وقت ہی ضائع کرنا ہے۔ اس قسم کے ملحدانہ خیالات کی آج کل کثرت ہے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

چند دن پہلے ایک نوجوان کے سامنے بعض افراد کے مظالم کا ذکر ہؤا وہ کہنے لگا کہ خدا بھی تو انصاف نہیں کرتا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کو سمجھایا گیا۔ کمبخت تو اندھا ہے یا کانا۔ تجھے صرف دنیا دکھائی دے رہی ہے جو چند روزہ ہے آخرت کو نہیں دیکھتا جو باقی اور دائمی ہے۔ اس ظالم کو چند دن کے بعد جہنم کا ایندھن بننا پڑیگا اور وہ مظلوم زمین و آسمان سے بڑی جنت کے اندر تخت و تاج کا مالک اور دائمی لذائذ و نعماء کا مالک ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ مہلت ضرور دیتا ہے۔

وَ اُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ۔

ترجمہ:- اور میں ان کو
مہلت دیتا ہوں۔ میری
تدبیر (میرا داؤ) یقیناً
مضبوط ہے۔

دیر گیرد سخت گیرد۔ ظالموں کو اللہ تعالےٰ دنیا میں بھی معاف نہیں کرتا لیکن اس کی حکمتوں کی تہ تک پہنچنا آسان نہیں جو لوگ اپنی بیماری کی وجہ نہیں جان سکتے اور اپنی حکومت کے کاموں کے رازوں سے واقف نہیں ہو سکتے وہ قدرت کے رازوں پر کیا بحث کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کی دستگیری فرمائے اور ہمارے۔ اور ہمارے آل و اولاد کے ایمانوں کو محفوظ رکھے آمین ثم آمین!

برائے مہربانی خدام الدین کو ردی میں نہ فروخت کریں
خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

بقیہ الصّلوٰۃ معراج المؤمنین

(بچوں کا صفحہ)

ناکمل ہوگا۔ پس اسلام عبادات اور بندگان خدا کے ساتھ معاملات ہی سے مکمل ہوتا ہے

پیارے بچو! قرآن پاک میں تحفہ معراج (نماز) کی بے حد تاکید ہے۔ اس کے بغیر مسلمان کامل نہیں ہو سکتا۔ نماز میں اتنے دینی اور دنیاوی فوائد مضمر ہیں۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا۔ اور یہ بھی کہا کہ مسلمان اور کافر میں صرف نماز ہی کا فرق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نماز فرض کی ہے اور اس کا تارک کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ نماز ذریعۂ نجات ہے۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔

بس پیارے بچو! اس تحفۂ معراج (نماز پنجگانہ) کو ہرگز ہرگز نہ بھولنا چاہئے: پانچ پڑھنے سے پچاس کا ثواب ہوتا ہے اور پھر خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے۔

اب میں عنوان مذکور والی حدیث کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز مومن کا کمال یعنی معراج ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عروج فرما کر خدا تعالیٰ کے نزدیک گئے۔ اور ہمارے لئے سجدہ میں دیدار خدا کی بشارت فرمائی اور کہا کہ بندہ سجدے میں اپنے مولیٰ کے بہت ہی نزدیک ہوتا ہے اور یہی معراج ہے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ کے حضور میں یہ عاجزی کی انتہائی اور آخری صورت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو کہ تم خدا تعالےٰ کو دیکھ رہے ہو بس یہ ہی معراج ہے۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو تو یہ ایمان رکھیں کہ اگر ہم خدا تعالےٰ کو نہیں دیکھ رہے تو خدا تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اور یہ بھی معراج ہے۔

بچوں کا صفحہ

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن

نماز مومنوں کا معراج ہے

جناب حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

عزیز بچو! معراج کے معنی ہیں عروج کو پہنچنا۔ چنانچہ ایک رات ہمارے رسولِ پاک صلی [illegible] علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے [illegible] سے آسمانوں سے بھی اوپر [illegible] فرما کر خداوند تعالےٰ کے [illegible] نزدیک پہنچے۔ راستے میں [illegible]ـد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت [illegible] آسمانوں پر انبیاء اور ملائکہ نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر حضرت جبریلؑ نے ساتھ چھوڑ دیا اور عرض کی میری مجال نہیں کہ آگے پرواز کر سکوں۔ چنانچہ آپ تن تنہا اپنے مولیٰ کے بہت ہی نزدیک پہنچے۔ اور خدائے عزّ و جلّ کے قریب تر ہو کر شریعت، طریقت اور حقیقت کے راز معلوم کئے۔ بہشت اور دوزخ کو دیکھا۔ خدا تعالیٰ نے محبت کے انداز میں پوچھا اے میرے حبیب! میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو۔ آپ نے اَلتَّحِیَّاتُ ..... وَالطَّیِّبَاتُ پڑھا۔ جس کے معنی ہیں کہ ہر قسم کی (زبانی، مالی اور بدنی) عبادات اللہ کے لئے ہیں۔ خداوند کریم نے خوش ہو کر فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ ..... وَبَرَکَاتُهٗ۔ جس کے معنی ہیں اے نبیؐ! آپؐ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی اپنی اُمّت کے نیک لوگوں کو یاد رکھا اور فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ..... الصّٰلِحِیْنَ یعنی ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو اور گواہی دی۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ ..... وَرَسُوْلُهٗ۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

خداوند کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفہ قبول فرمایا اور جواب میں معراج سے واپسی پر نماز کا تحفہ اُمّتِ محمدیہ کے لئے عطا کیا چنانچہ ابتدا میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو حضرت موسیٰؑ نے مشورہ دیا کہ آپ کی اُمّت اتنی نمازیں ایک دن میں ادا نہ کر سکے گی۔ آپ نے خداوند کریم سے تخفیف کی درخواست کی۔ اور چالیس نمازیں باقی رہنے دیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے کہنے پر چار دفعہ بارگاہِ ایزدی میں جا کر چالیس نمازوں کی تخفیف کرا لائے اور دس باقی رہ گئیں۔ حضرت موسیٰؑ کے کہنے کے باوجود آپؐ نے پانچویں بار جانا پسند نہ کیا اور فرمایا کہ مجھے بار بار جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی اس ادا کی بھی شرم رکھ لی اور فرمایا۔

"پیارے! میں نے دس سے بھی پانچ کر دیں اور ان پانچ کی ادائیگی سے ثواب پوری پچاس نمازوں کا دوں گا۔

واقعی۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ جو ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا ثواب ملے گا۔

عزیز بچو! نماز ہم پر فرض ہے اور اس کے بغیر گذارہ بھی نہیں۔ عبادات اور معاملات دونوں اشد ضروری ہیں یہ دونو چیزیں دو آنکھوں کی مانند ہیں اور دونوں میں روشنی ضروری ہے۔ ورنہ یک چشم رہے گا۔ خدا کی عبادات اور نماز وغیرہ ایک پلڑا اور اس کی مخلوق سے نیکی دوسرا پلڑا ہے اگر دونوں پلڑے برابر نہ ہوں تو ترازو

(باقی صہ۱۸ پر)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/ ۲ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور یجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء



نیو فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیرِ اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔